۵۱۳

موسیقی کی شرعّی حیثیّت

کے متعلق ایک نایاب کتاب

پروفیسر ابوشہاب رفیع اللہ

عام طور پر ہمارے معروف اہلِ علم حضرات اور اکثر مستشرقین نے جہاں یورپ کے بڑے بڑے کتب خانوں میں عربی مخطوطات کو جس قدر قابل التفات سمجھا ہے، وہاں اسپین کے علمی خزانوں کے عربی مخطوطات کی طرف اتنی توجہ نہیں دی جتنی کہ وہ مستحق تھے۔ حالانکہ بڑی بڑی اہم کتابوں کے واحد قلمی نسخے صرف انہی خزانوں سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اب مراکش (المغرب) کے اہل علم اس کمی کو کسی حد تک پورا کر رہے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں ایک مراکشی محقق پروفیسر محمد ابراہیم الکتانی نے اسپین کے ان علمی خزانوں کی چھان بین کے بعد کوئی دو سو کے قریب عربی مخطوطات کی ایک فہرست تیار کی ہے۔ یہ فہرست مراکش کے مشہور علمی و دینی رسالہ "دعوۃ الحق" میں قسط وار شائع ہوتی رہی ہے۔ اس مضمون میں ہم اس فہرست میں سے ایک مخطوطہ نمبر ۳۳ کا کچھ تعارف پیش کرتے ہیں۔ اس کتاب کا نام ہے:-

"الامتناع والانتفاع فی معرفۃ احکام السماع۔"

اہل علم کا خیال ہے کہ یہ کتاب موسیقی کی شرعی حیثیت کے متعلق ایک بہت ہی اہم دستاویز ہے۔

موسیقی کے بارے میں ہمارے معاشرے میں عجیب افراط و تفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ ایک طرف شریعت کا علمبردار طبقہ ہے، جو اسے شجر ممنوعہ قرار دیتا ہے۔ اس کے خلاف انھوں نے ایک خاص قسم کا ماحول پیدا کر رکھا ہے جس کی وجہ سے اس مسئلہ کی شرعی حیثیت پر گفتگو کرنا نازک صورت حالات پیدا کر دیتا ہے۔ دوسری طرف آرٹ کا سرپرست طبقہ ہے جو موسیقی کے نام سے فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اس لئے موسیقی کی شرعی حیثیت کے متعلق اس کتاب کا تعارف پیش کرنے سے پہلے ہم اس بات کی تصریح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم خود اس قسم کی فحاشی کے سخت مخالف ہیں، جو فلمی ریکارڈوں

سے موسیقی کے نام پر پیش کی جاتی ہے۔ تاہم قارئین اس بات سے اتفاق کریں گے کہ اس افراط و تفریط کے کوئی خوشگوار نتائج مترتب نہیں ہوئے۔

شرعی حیثیت میں اختلاف

ہمیں اس حقیقت سے انکار نہیں کہ یہ مسئلہ علمائے امت کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے۔ کوئی اس کے مطلق جواز کے قائل رہے ہیں اور کوئی اس کے عدم جواز کے۔ بعض نے درمیانی راہ اختیار کی ہے۔ کتاب مذکور کے تعارف سے پہلے مناسب ہوگا کہ اس اختلاف کو سامنے رکھا جائے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس اختلاف کو بڑے اختصار اور بڑی خوب صورتی سے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

> ”محدثین تو کہتے ہیں کہ حرمتِ غنا کے متعلق ایک حدیث بھی صحیح نہیں اور مشائخ کہتے ہیں جہاں اس کی ممانعت آئی بھی ہے تو وہ وہی غنا ہے جو لہو و لعب سے وابستہ ہو۔ فقہاء نے اس مسئلہ میں بڑے تشدّد سے کام لیا ہے“[1]

پھر مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:- ”ایک مسلک تو فقہاء کا ہے جو غنا و مزامیر کے سخت منکر ہیں اور اس معاملہ میں تعصّب اور عناد کا انداز اختیار کرتے ہیں۔ بلکہ اس فعل کو گناہ کبیرہ اور اس کے جواز کے عقیدہ کو زندقہ اور الحاد سمجھتے ہیں۔ فقہاء کا یہ طرز عمل زیادتی ہے اور اعتدال و انصاف کے مسلک سے باہر ہے۔ دوسرا مسلک محدثین کا ہے جو کہتے ہیں کہ تحریم غنا کے متعلق کوئی صحیح حدیث یا نصِ صریح موجود نہیں اور جو کچھ ہے تو یا وہ موضوع ہے یا ضعیف۔“[2]

عام طور پر موسیقی کے عدم جواز کے بارے میں فقہاء کا جو اجماع بتایا جاتا ہے تو اس میں بھی کلام ہے کیونکہ مذاہب اربعہ کے ائمہ سے اس کی حرمت سے ثابت نہیں ہوتی۔ اس کی تفصیلات ہم اپنی کتاب ”موسیقی کی شرعی حیثیت“[3] میں دے چکے ہیں۔ ہاں بعد کے فقہاء میں اس کے خلاف کافی شدت پائی جاتی ہے۔ بلکہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد تو شرعی احکام میں حکومت بھی انہی فقہاء کی چلتی تھی۔ اس واسطے زیادہ رواج انہی کے نقطہ نظر کو ہو گیا۔ اور مخالفین کو دم مارنے کی ہمت نہیں تھی۔ تاہم انہی فقہاء

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ۴ صہ ۶۹

[2] مدارج النبوۃ جلد اول صہ ۲۴۵

[3] شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

ہی میں سے بعض جرأت مند ایسے تھے جنھوں نے دبنے کی بجائے اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کو پوری تفصیل کے ساتھ عامۃ الناس کے سامنے پیش کر دیا۔ ٹھیک ٹھیک یہی صورت حالات زیر تعارف کتاب کے مصنف کو پیش آئی۔

وجہ تالیف

اس کتاب یعنی " الامتناع والانتفاع فی معرفۃ احکام السماع " کی تالیف یوں ہوئی کہ مصنفِ کتاب " فاس " کے شہر میں فقہ کا درس دیتے تھے۔ یہ شہر اس وقت کے مراکش (المغرب) کے علمی مراکز میں سے تھا۔ ان کے بعض شاگردوں نے ان سے موسیقی پر اجرت دینے کے شرعی جواز کے متعلق دریافت کیا۔ مصنف مذکور نے بڑی سادگی سے یہ جواب دے دیا :۔ " بانّ الغناء الجائز یجوز اعطاء الاجر علیہ والغناءِ الممنوع یحرم اعطاء الاجر علیہ " (جائز قسم کی موسیقی پر اجرت دینا بھی جائز ہے اور جو موسیقی ناجائز قسم کی ہوگی اس پر اجرت دینا بھی ناجائز ہوگی۔)

بات بڑی سیدھی تھی لیکن اس پر مخالفت کا ایک طوفان اٹھ آیا۔ اس شدید مخالفت کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ طبقہ علماء میں ہل چل پیدا ہو جانے کی وجہ سے بعض معقول قسم کے لوگوں نے اس کی صحیح شرعی حیثیت معلوم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ مخالفت کا طوفان دب جانے کے بعد تین قسم کے نقطہ ہائے نظر سامنے آگئے۔

(۱) فمنھم من اقر بان من الغناء ما ھو جائز ولکنّہ انکر جواز اعطاء الاجرۃ علی ھذا القسم الجائز۔ (بعض فقہاء نے یہ تسلیم کیا کہ بعض موسیقی جائز ہے۔ لیکن اس قدر جواز کے تسلیم کر لینے کے باوجود وہ اس پر اجرت دینے کے قائل نہ ہوئے۔)

(۲) ومنھم من انکر ان یکون من الغناء ما ھو جائز۔ (بعض اہلِ علم نے ہر قسم کی موسیقی کے عدمِ جواز پر اصرار کیا۔)

(۳) وآخرون انکروا الشعر راساً (بعض نے شاعری تک کو حرام کر ڈالا۔)

اس کے بعد مصنّف کے ان معاصر فقہاء نے مختلف ذرائع سے اس پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ پہلے تو اس کے شیوخ (اساتذہ) پر زور ڈالا کہ وہ اسے اس مسئلہ سے رجوع کرائیں۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو طلبہ کو اس کے درس میں جانے سے روکا جانے لگا۔ لیکن مصنف کوئی زیادہ جرأت والے تھے۔ انھوں نے دبنے کی بجائے اس مسئلہ کے شرعی جواز کو پوری تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کا فیصلہ کیا اور مخالفین کے اعتراضات کے رد میں یہ کتاب یعنی " الامتناع والانتفاع فی معرفۃ احکام السماع " لکھی۔

مصنف کے نام میں اختلاف

اس وقت اس کتاب کا واحد نسخہ مخطوطہ کی شکل میں اسپین کے قومی کتب خانہ

بمقام میڈرڈ میں ہے۔ یہ مخطوطہ ایک سو بیس ۱۲۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ بدقسمتی سے مرور زمانہ سے اس کا پہلا ورق کچھ زیادہ بوسیدہ ہو گیا۔ اس کی بجائے نیا ورق تو لگا دیا گیا لیکن اس کے دونوں صفحات کی پوری پوری عبارات نقل نہ کی جا سکیں۔ اس وقت اس پہلے ورق پر صرف کتاب کا نام اور مالک کتاب کے مصنف کا نام قرار دے دیا۔ یہاں تک کہ نام سے لگایا گیا ہے جو اس کی تاریخ تصنیف (۱۵ شعبان المکرم ۷۰۱ ہجری) کے ساتھ دیا گیا ہے۔ اس عبارت کے الفاظ یوں ہیں :- ”فی النصف لشہر شعبان المکرم عام احد وسبعمائۃ علی ید العبد الفقیر الی رحمۃ ربہ محمد بن ابراھیم الشلاجی“

اب اس نام میں دو طرح کے احتمالات تھے۔ ایک یہ کہ یہ شخص کتاب کے مصنف ہوں۔ دوسرا یہ کہ مالک کتاب امیر نے اس نام کے کسی خوشنویس کی خدمات نقلِ کتاب کے لئے حاصل کی ہوں۔ مغربی محققین نے زیادہ تحقیق کے جھمیلے میں پڑے بغیر اسی نام کو کتاب کے مصنف کا نام قرار دے دیا۔ یہاں تک کہ عربی موسیقی پر جتنی کتابیں تالیف ہوئیں۔ ان میں مصنف کا یہی نام دیا گیا۔ سنہ ۱۹۶۴ء میں عراق میں عربی موسیقی کی نیشنل کانفرنس ہوئی۔ اس کی یادگار کے طور پر عراق کی وزارت الثقافت والارشاد نے عربی موسیقی پر ایک مستند کتاب ”رائد الموسیقی العربیۃ“[1] شائع کرائی۔ جسے اگرچہ عبدالحمید العلوجی جیسے محقق نے مرتب کیا تھا لیکن اس نے بھی کتاب کے مصنف کے بارے میں زیادہ تحقیق کی ضرورت محسوس نہ کی اور یہی نام دے دیا۔

لیکن ہمارے مراکشی پروفیسر محمد بن ابراہیم الکتانی کی، جو اس کتاب کو شائع کرانے کے لئے اڈیٹ کر رہے ہیں، اس سے تسلی نہ ہوئی۔ اس کتاب کے صفحہ اول پر اس کی ملکیت مرقوم ہے کہ یہ کتاب امیر عبداللہ کے ذاتی کتب خانہ میں تھی۔ اس سے اس امر کا زیادہ احتمال ہوتا ہے کہ اس کتاب کے آخر میں جو نام دیا گیا ہے، وہ مصنف کا نہ ہو بلکہ کسی خوشنویس کا ہو۔ کیونکہ یہ لوگ اکثر و بیشتر اپنے کتب خانوں کے لئے مشہور خوشنویسوں کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

دوسرے پروفیسر مذکور کو اس سے بھی تسلی نہ تھی کہ موسیقی کی شرعی حیثیت کے متعلق اتنی اہم ترین کتاب کا مصنف کوئی گمنام قسم کا آدمی کیسے ہو سکتا ہے۔ لازمی ہے کہ اس دور کی دوسری کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہو۔ انھوں نے اپنے ایک اور ساتھی پروفیسر المنونی المراکشی کے ساتھ اصل مصنف کے بارے میں تحقیقات شروع کی۔ اس کے لئے ان کے پاس سب سے بڑا ذریعہ تو عربی مخطوطات کی وہ فوٹو کاپیاں تھیں، جو وہ اسپین کے قدیم علمی

---

[1] یہ کتاب متعلقہ وزارت سے خط لکھ کر مفت منگوائی جا سکتی ہے۔

کتب خانوں سے لائے تھے۔ ان میں سے ایک مخطوطہ برنامج القاسم بن یوسف التجیبی السبتی میں اس کا سراغ مل گیا۔ اس میں اس کتاب کے ذکر کے ساتھ یہاں تک مرقوم تھا کہ اس کتاب کے مصنف علامہ ابوعبداللہؒ ابن الدّراج نے بنفس نفیس انہیں اپنی نصف کتاب پڑھ کر سنائی۔ یہاں" علامہ" کے لقب سے مصنف کی علمی لیاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس سے پروفیسر محمد ابراہیم اور ان کے ساتھی کا حوصلہ بڑھا۔ اس کے بعد انھوں نے ایک اور کتاب "تخریج الدلالات السمعیۃ" مصنفہ علی الخزاعی ڈھونڈھ نکالی۔ اس میں مصنف کی بابت کچھ اور تفصیلات تھیں۔ پھر کیا تھا دوسری کتابوں سے مزید تفصیلات ملتی چلی گئیں۔ ان میں سے الصلاح الصفدی کی کتاب " الوافی بالوفیات" میں تو پورے حالاتِ زندگی دیئے ہوئے تھے اور یہ مکمل نام بھی :- " محمد بن احمد بن عمر ابی عبداللہ بن الدّراج التلمسانی الانصاری" انھوں نے 'سبتہ' کے علمی شہر میں نشو ونما پائی۔ دوسرے شیوخ کے علاوہ اپنے وقت کے سب سے بڑے فاضل ابوالحسین عبداللہ بن احمد ابن ابی الربیع القرشی سے جو وقت کے تمام علوم میں یگانہ روزگار تھے، تکمیل علم کی۔ صاحب کتاب نے اسے اپنے وقت کے امام کا درجہ دیا ہے (فحلاہ بالامام)

مشمولاتِ کتاب

کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے :-

(۱) پہلا باب موسیقی کی حقیقت (فی حقیقۃ الغناء) اور مختلف آلات موسیقی کی تشریح و تفصیل کے بارے میں ہے۔ اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

(۲) دوسرا باب۔ موسیقی کی شرعی حیثیت کے بارے میں ہے۔ اس میں بھی دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں موسیقی کا، جو دوسرے عوارض سے وابستہ نہ ہو، شرعی حکم ہے اور دوسری فصل میں اس کے سننے اور سنانے والے کے تعلق کے لحاظ سے۔

(۳) تیسرے باب میں موسیقی کا جب کہ وہ دوسری چیزوں سے وابستہ ہو (مثلاً لعب ولہو وغیرہ) کا شرعی حکم۔ اور اس پر اجرت دینا۔

اکثر محققین نے کتاب کے پہلے باب کی دوسری فصل کو زیادہ قابل توجہ سمجھا ہے۔ اس فصل میں عربی موسیقی کے ان تمام تبیس ۳۲ الآت موسیقی کی تشریح و تفصیل ہے، جن کا علمائے شریعت کی کتابوں میں ذکر آیا ہے۔ یہ تفصیل کتاب کے ایک سو بیس اوراق میں سے ساڑھے چھ اوراق یعنی تیرہ صفحات میں آئی ہے۔ ہمارے ہاں بعض اہل علم عام طور پر اس خیال کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ عربوں کے پاس صرف ایک ہی آلۂ موسیقی "دف" تھا۔ ان کی غلط فہمی

دُور کرنے کے لئے ہم ان تمام آلاتِ موسیقی کے نام نقل کرتے ہیں۔ یہ تعداد میں بتیس ہیں :۔

۱۔ دف
۲۔ قانون
۳۔ غربال
۴۔ مصافق
۵۔ کبر
۶۔ اصف
۷۔ مزھر
۸۔ عود
۹۔ رباب
۱۰۔ کراں
۱۱۔ صنج
۱۲۔ کیثار
۱۳۔ معزف
۱۴۔ عزف
۱۵۔ مزمار
۱۶۔ نائی
۱۷۔ قصابة
۱۸۔ بوق
۱۹۔ طبل
۲۰۔ کوس
۲۱۔ کُوبہ
۲۲۔ عید
۲۳۔ طنبور
۲۴۔ بربط
۲۵۔ تضیب
۲۶۔ شاھین
۲۷۔ سفاقس
۲۸۔ شیزان
۲۹۔ کتارات
۳۰۔ عرطیة
۳۱۔ شبابة
۳۲۔ صفارة

اس مختصر سے تعارف میں ان تمام عربی آلات موسیقی کی تفصیل ممکن نہیں۔ عربی کی علمی ڈکشنری "المنجد" میں ان کی تصاویر دی ہوئی ہیں۔

مصادر کتاب

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے جس قدر محنت کی ضرورت ہے، اس کا اندازہ صرف انہی لوگوں کو ہوسکتا ہے جنہوں نے اس پر قلم اٹھایا ہو۔ مصنف نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس کتاب کی تیاری پر خاصی محنت کی تھی۔ ان کی اپنی تصریح کے مطابق انھوں نے اس کتاب کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں سے مواد حاصل کیا تھا :۔

۱۔ کتب حدیث، مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ترمذی، نسائی وغیرہ۔
۲۔ ابن ابی خیثمہ، قاضی عیاض، ابن البر اور ابن الجوزی کے مجموعہ ہائے احادیث۔
۳۔ ابن جریر الطبری کی کتاب "تہذیب الآثار"۔
۴۔ سرقسطی کی "الدلائل"۔
۵۔ المازری، الباجی اور الخطابی کی تصنیفات۔
۶۔ ابن المرابط کی "شرح بخاری"
۷۔ ابن بطال کی "المقنع فی اصول الاحکام"
۸۔ کتاب الاجماع والاختلاف لابن المنذر۔
۹۔ ابو نصر بن الصباغ الشافعی کی "کتاب الشامل"
۱۰۔ امام ابن حزم کی تین اہم کتابیں (۱) المحلّی (۲) مراتب الاجماع (۳) الجزء الّذی صنّفہ فی الغناء الملھی۔
۱۱۔ "الانوار" لابن زرقون۔

۱۲۔ حافظ ابوالحسن علی بن محمد کی جو ابن العربی المعافری کے شاگردوں میں سے تھا، کتاب "لواھد ذوی البصائر و الاستبصار" ۱۳۔ عبد الحق الازدی، ابن رشد جد، ابن رشد پوتا اور امام غزالی کی تصنیفات۔

۱۴۔ "علوم الحدیث" لابن الصلاح۔ ۱۵۔ تالیف طاہر مقدسی۔

۱۶۔ الطرطوشی کی کتاب "الرّدّ علی المتصوفۃ"

۱۷۔ امام قشیری کا پورے کا پورا "رسالہ فی السماع" درج کتاب کیا ہے۔

۱۸۔ ابوالحسن ابن القطان الفاسی کی "احکام النظر"۔ ۱۹۔ ابن عطیہ

۲۰۔ علامہ المزنی کی المختصر۔ ۲۱۔ ابوالعباس الغزفی کی الدّرّ المنظّم۔ ۲۲۔ المدّدنۃ

۲۳۔ العتیبۃ۔ ۲۴۔ کتاب ابن یونس۔ ۲۵۔ ابوبکر الابہری کی "شرح مختصر ابن عبد الحکیم"۔

۲۶۔ قاضی عبدالوہاب کی المؤنۃ۔ ۲۷۔ ادب القضاۃ و الحکام لابن عبد الحکم۔

۲۸۔ تالیفات ابن شاس و ابو الاسحاق التونسی۔ ۲۹۔ وثائق ابن فخون۔ ۳۰۔ تمہید۔

۳۱۔ الاحکام لابن محفل۔ ۳۲۔ "عوارف المعارف" للسہروردی۔

۳۳۔ الصحاح للجوہری۔ ۳۴۔ ابن خروف، خلیفہ ابن خیاط اور ابن رشیق کی تالیفات

یہ لمبی چوڑی فہرست اس امر کی گواہی دیتی ہے کہ مصنف کی دینی اور علمی معلومات کا ذخیرہ کافی وسیع تھا۔ ان میں سے اکثر کتابیں ابھی تک یورپ کے مشہور کتب خانوں میں مخطوطات کی شکل میں ہیں۔ بعض کتابیں ایسی ہیں کہ اب ان کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ کتابوں کی یہ لمبی چوڑی فہرست ہم نے اس لئے نقل کی ہے تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہو کہ ہمارے علماء کس محنت سے کتابیں تصنیف فرمایا کرتے تھے۔ آج کے اہل علم جو بڑی آسانی سے موسیقی کو شجر ممنوعہ قرار دے دیتے ہیں، ان میں سے اکثر نے تو ان میں سے بہت سی کتابوں کا نام تک نہ سنا ہو گا۔

ابن حزم سے استفادہ

مصنف نے اپنی کتاب کے لئے جہاں مذکورہ بالا تمام کتابوں سے مواد لیا ہے، انھوں نے وہاں سب سے زیادہ مواد امام ابن حزم کی مذکورہ بالا تین کتابوں سے لیا ہے۔ ان کا حوالہ مصنف نے کتاب میں پورے اٹھائیس مقامات پر دیا ہے۔ وہ جہاں بھی ان کا نام لیتے ہیں، بڑے احترام سے لیتے ہیں۔ جیسے (وقال حافظ المغرب ابو محمد ابن حزم فی مراتب الاجماع لہ) حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر امام ابن حزم کی تحقیق بڑی ہی فیصلہ کن ہے۔ انھوں نے موسیقی کے موضوع پر تمام احادیث کو جمع کر کے اور ان کو فن حدیث کے اصولوں پر پرکھ کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ موسیقی کے جواز کے خلاف جتنی احادیث

پیش کی جاتی ہیں، وہ سب ضعیف ہیں۔ علامہ شوکانی نے اسی موضوع پر ایک کتاب "ابطال دعوی الاجماع فی تحریم مطلق السماع" تصنیف فرمائی ہے۔ وہ امام ابن حزم کی تحقیق کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں :-

"وقد وضع جماعۃ من اھل العلم فی ذٰلك مصنّفات ولکنّہ ضعفھا جمیعاً بعض اھل العلم حتّی قال ابن حزم لا یصحّ فی الباب حدیثٌ ابداً وکل ما فیہ موضوع"۔[۵] (اہل علم کی ایک جماعت نے موسیقی کی حرمت پر کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن دوسرے اہل علم نے ان کی تضعیف کی ہے۔ یہاں تک کہ امام ابن حزم کا کہنا ہے کہ موسیقی کی حرمت کے متعلق ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ہیں، وہ سب موضوع ہیں۔)

صاحب طرز ادیب

پروفیسر الکتانی کی تصریح کے مطابق مصنف بڑے صاحب طرز ادیب تھے۔ اور ان کی اس کتاب کو اپنے دور کے مغربی عربی ادب کا ایک عمدہ نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کی تائید میں انھوں نے اصل کتاب سے کئی اقتباسات رسالہ "دعوۃ الحق" میں شائع کئے ہیں۔

چند دلچسپ تجربات

مصنف نے کتاب میں کئی دلچسپ ذاتی تجربات بھی بیان کئے ہیں۔ مثلاً ایک طرف فقہاء کی طرف سے یہ مخالفت ہو رہی تھی جبکہ ایک دعوت ولیمہ میں جس میں اہل فاس کی عادت کے مطابق غزبال اور شبابہ وغیرہ آلات موسیقی بج رہے تھے، وہ کیا دیکھتے ہیں کہ "فاس" کے تمام فقہاء اور صالحین جمع تھے اور حد یہ تھی کہ اس میں "فاس" کے سب سے بڑے فقیہ اور عالم دین قاضی ابو الحسین المزدغی بھی موجود تھے۔

اس مجلس میں تو کسی نے ان فقہاء کرام سے ان کے اس عمل کے متعلق کچھ نہ پوچھا۔ تاہم مصنف ایک اور مجلس کا ذکر کرتے ہیں جس میں اہل مجلس نے ان فقہاء کرام کے اس طرزِ عمل کی وجہ پوچھ ہی لی کہ یہ کیا دو رخی ہے۔ بہتر ہو گا کہ یہ سوال و جواب مصنف ہی کی زبانی نقل کر دیئے جائیں :-

السوال :- اینا اھل فی ھذا عندکم ؟ مع انکم المتمیزون بمعرفۃ الفقہ فی المغرب (آپ لوگوں کے نزدیک جو مغرب میں اسلامی فقہ میں ممتاز ہیں، اس امر سے چشم پوشی کرنا کیسا ہے ؟)

الجواب :- فاطبقوا کلھم علی انّ ذلك امرٌ لم یزالوا خلفاً عن سلفٍ یبیحونہٗ ویحضرون فیہ ولا ینکرونہ۔ (ان تمام نے متفقہ جواب دیا کہ سلف سے خلف تک علماء اس کا جواز تسلیم کرتے آئے ہیں اور ایسی مجالس (جن میں موسیقی ہوتی تھی) میں حاضر ہوتے رہے ہیں اور اسے ناپسند نہیں کرتے تھے۔

---

[۵] نیل الاوطار جلد ۸ صفحہ ۱۰۰

یہ صرف علمائے فاس ہی کی کہانی نہیں۔ بلکہ جمہور فقہاء ایسی مجالس میں، جہاں موسیقی ہوتی تھی، شرکت جائز سمجھتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ حنفی فقہاء کا، جو اس بارے میں زیادہ متشدد تھے، یہ فیصلہ موجود ہے:- ومن دعی الی ولیمۃ او طعام فوجد ثمۃ لعبا او غناءً فلا باس بان یقعد۔ [6] (جو شخص دعوت ولیمہ یا کسی اور قسم کی دعوت پر بلایا جائے اور وہاں گانا بجانا یا لہو و لعب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہاں بیٹھے)

خاتمہ تعارف

اس کتاب کے تعارف کو ہم مصنف ہی کی ایک وضاحت پر ختم کرتے ہیں۔ دلائل کے جواب میں عاجز ہو کر عام طور پر مخالفین موسیقی کی طرف سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ چاہے شریعت اسلامیہ میں موسیقی کی گنجائش ہی کیوں نہ ملتی ہو، تب بھی اس مسئلہ پر خاموشی ہی اختیار کرنی چاہیئے۔ تاکہ ان دلائل سے اہل موسیقی اپنے لئے تقویت کا سامان نہ بہم پہنچائیں۔ عام طور پر یہ تصریح کی جاتی ہے کہ احادیث میں اجازت کے باوجود فقہاء نے اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے عدم جواز کا فیصلہ دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو بھی کچھ اسی قسم کا مشورہ دیا گیا تھا۔ لیکن انھوں نے اس "مصلحت" پر عمل کرنے کی بجائے یہ فرمایا کہ اگر موسیقی کی شرعی حیثیت کے متعلق علماء کے اس مخالفانہ رویّہ سے شریعت اسلامیہ کے حرام و حلال کے اصول پر زد نہ پڑتی ہوتی تو شائد وہ اس مسئلہ پر زبان نہ کھولتے کیونکہ ایک دفعہ اگر یہ بے اصولی تسلیم کر لی گئی تو جس وقت جس کا جی چاہے گا جائز کو حرام اور حرام کو جائز قرار دے ڈالے گا۔ اس لئے اس اصول کی حفاظت کے لئے انھوں نے کتاب تصنیف کی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"فانی لم اتکلم فی ذلک حتی اعتقدت وجوب الکلام فیہ علیّ کی لا یحرم ما ھو عندی لیس بالحرام، لا سیما فی امر ادعی تحریمہ بالاجماع۔ (میں نے اس مسئلہ پر اس وقت تک گفتگو نہ کی جب تک کہ مجھے یہ یقین نہیں ہو گیا کہ اس مسئلہ پر بولنا مجھ پر فرض ہو گیا ہے مبادا وہ چیز (یعنی موسیقی) جو میرے نزدیک حرام نہیں ہے خواہ مخواہ حرام قرار دے دیا جائے۔ اور یہ بولنا اور بھی ضروری تھا کہ اس کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا جانے لگا۔)

یہ ہے موسیقی کی شرعی حیثیت کے بارے میں ایک اہم ترین کتاب کا مختصر سا تعارف۔ افسوس ہے کہ یہ کتاب ابھی تک مخطوطہ کی شکل میں ہے۔ اور زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔ جس رفتار سے اسے ایڈٹ کیا جا رہا ہے، اس سے اس کے طبع ہونے میں شائد کچھ دیر لگے۔ راقم کے اتنے وسائل تو نہیں کہ اس کی فوٹو کاپی حاصل کر سکوں۔ تاہم ارادہ ہے کہ جونہی یہ کتاب شائع ہو، شائقین کے لئے اس کا اردو ترجمہ پیش کر دیا جائے۔

---

[6] ہدایہ مع شرح فتح القدیر جلد ۸ (کتاب الکراہیۃ) صفحہ ۸۷